شمارہ نمبر
615

بنی اسرائیل اور ان کے نبی (2)

مثالی مجلہ

ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ (رجسٹرڈ)
چہلیک کچہری روڈ، ملتان۔ فون: 4549675
رجسٹرڈ نمبر
M-23

بنی اسرائیل اور ان کے نبی

(دوسرا حصہ)

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ''مدین'' تھا جو آپ کی ایک بیوی قطورہ سے پیدا ہوا تھا۔ وہ خلیج عقبہ کے علاقہ میں آباد ہو گیا اور اس مقام کا نام ''میدن'' پڑ گیا۔ جس کا قرآن پاک میں ذکر موجود ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام ''مدین'' کی چوتھی پشت میں ۶۲۱ ق م میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم جو ''مدین'' میں آباد تھی مشرک اور بددیانت تھی۔ ان کے ہاں ناپ تول میں بہت بے ایمانی ہوتی تھی۔ شعیب علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا کہ بددیانتی گناہ ہے مگر قوم نہ مانی اور اللہ تعالیٰ کے غضب نے زلزلے کی شکل میں اس قوم کو تباہ کر دیا۔

ترجمہ: ''انہیں زلزلے نے آلیا اور صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔'' (سورۃ الاعراف۔۹۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین آئے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی صفورہ (Zipporah) کی شادی ان کے ساتھ کر دی۔ اس کی تفصیل قرآن میں پڑھیئے (سورۃ القصص ۲۲ سے ۲۹) اس شادی کی شرط اول یہ تھی کہ موسیٰ آٹھ سال شعیب کی ملازمت کریں گے۔ دراصل یہ وقت خداوند تعالیٰ کی جانب سے ان کے منصب نبوت کی ٹریننگ تک پہنچنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ایک کامل نبی کے پاس ایک مستقبل کے نبی بلکہ کلیم اللہ تربیت لیتا رہا۔ جس کے لئے علامہ اقبال نے اس طرح کہا ہے:

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اس دوران موسیٰ کے دو بچے بھی ہو گئے (جرسم اور العزر) جب اللہ نے بلایا اور آپ وادی طویٰ میں گئے تو بیوی بچے شعیب کے پاس ہی چھوڑ گئے۔ پھر واپسی پر کوہ طور سے ''الواح'' لیکر ایک بیابان میں خیمہ لگایا تو وہاں شعیب ان کی بیوی بچوں کو لیکر آ گئے۔ یہ واقع ۱۴۹۶ ق م کا ہے۔ اس وقت موسیٰ کی عمر ۸۰ سال اور شعیب کی عمر ۱۳۰ سال تھی۔ امکان ہے کہ اس واقع کے بعد شعیب کی وفات ہو گئی۔ آپ کا مدفن مدین کے قریب کہیں بتایا جاتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد کا شجرہ تیرھویں پشت میں حضرت یعقوب سے جا ملتا ہے۔ باپ کا نام ''جسی'' تھا یہ بنی اسرائیل میں سے تھے ااپ بہت برگزیدہ انبیاء میں سے تھے۔ قرآن پاک میں آپ کے اذکار سورۃ البقرہ۔ ۲۵۱، بنی اسرائیل۔۵۵، الانبیاء۸۰/ ۷۸، سباء۔ ۱۰، ص ۲۰۔۱۷ میں موجود ہیں۔

آپ کی پیدائش ۱۱۰۳ ق م میں ''بیت الحم'' (یروشلم کا ایک قصبہ) میں ہوئی۔ یہیں بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے۔ جوان ہوئے تو فلسطینیوں کے خلاف ایک معرکے میں ''جالوت'' جیسے گراڈیل دشمن کو قتل کر کے یکا یک بنی اسرائیل میں بہت شہرت پالی اور ان کا عروج شروع ہو گیا۔ طالوت (بادشاہ) کی وفات ۱۰۵۵ ق م میں ہوئی تب وہ ''جبرون'' (موجودہ الخلیل) میں یہودیوں کے بادشاہ بن گئے۔ تھوڑے دنوں میں تمام بنی اسرائیل نے انہیں بادشاہ مان لیا۔ اور انہوں نے یروشلم فتح کر لیا اور ۱۰۱۵ ق م تک حکومت کی۔ یہودی آپ کو ''نبی'' نہیں بلکہ ایک بادشاہ کا درجہ دیتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی قیادت میں تاریخ (اس زمانے کی) میں پہلی مرتبہ ایک ایسی خدا پرست حکومت معرض وجود میں آئی کہ جس کی حدود خلیج عقبہ سے دریائے فرات

تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اللہ کے فضل سے آپ کو علم و حکمت، عدل و انصاف، خدا ترسی و رحم نصیب ہوا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے ''زبور'' اتاری تھی۔ آپ اس کو ایسی خوش آوازی سے پڑھتے تھے کہ پرندے اور پہاڑ بھی آپ کے ہم نوا ہو جاتے تھے۔

ترجمہ: ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا ہے کہ وہ داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھتے ہیں اور ہم ایسا کر سکتے ہیں۔'' (سورۃ الانبیاء۔ ۷۹)

بوجود بادشاہ ہونے کے آپ محنت مشقت کی روٹی پسند کرتے تھے۔ رات کا کافی حصہ شب بیداری میں گزارتے۔ ایک دن کے وقفہ سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو لوہے کے استعمال پر قدرت دی۔ جنگی اغراض کے لئے آپ نے دنیا کو پہلی مرتبہ ''زرہ سازی'' سکھائی۔(Iron Age) لوہے کا دور آپ ہی کے زمانے میں شروع ہوا۔ پہلے شام کے قبائل ''ہتیوں'' (Hitties) کے دور عروج ۱۲۰۰ قبل م میں ''فلسطینیوں'' کو لوہے پگھلانے کا راز آ گیا۔ ۱۰۲۰ ق م میں طالوت بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا تو اسنے فلسطین فتح کر لیا اور پھر داؤد نے ۱۰۱۵ ق م کے بعد یروشلم فتح کیا۔ اس طرح یہ راز (لوہے کا سامان بنانے) ''ہتیوں'' اور ''فلسطینیوں'' سے سارے ملک کو معلوم ہو گیا۔ ''عقبہ'' اور ''ایلہ'' کے قریب حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی بندراہ ''عصیون'' کے آثار قدیمہ میں ایک لوہے پگھلانے کی بھٹی دریافت ہوئی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے جنگی اسلحہ سازی میں لوہا پگھلانے کے کام آتی تھی۔

حضرت داؤد کی وفات ۱۰۱۵ ق م میں ہوئی۔ آپ کی عمر کے بارے میں تضاد ہے ستر یا نوے سال تھی۔ آپ کی قبر دمشق کے قریب بتائی جاتی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا بہترین اور کثرت سے اپنے رب کی عبادت کرنے والا بیٹا دیا! (سورۃ ص۔ ۳۰) حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے

بیٹے تھے۔ عبرانی زبان میں آپ کا نام(Soloman) لکھا جاتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۰۳۹ ق م میں ہوئی بہت سے دسویں صدی قبل مسیح کے اواخر میں بھی بتاتے ہیں۔ آپ نے ۱۰۱۵ ق م سے ۹۷۵ تک حکومت کی۔ ۱۰۱۱ ق م میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کرائی تھی۔ آپ نے فرعون کی ایک بیٹی سے بھی شادی کی تھی۔ ان کے قبضے میں فلسطین، اردن اور شام کے علاقے تھے۔ بنی اسرائیل کی روایات میں ہے کہ آپ کو جانوروں کی بولیاں آتی تھیں۔ (جیوش انسائیکلو پیڈیا۔ ج۱۱۔ص ۴۳۹) جن اور پرندے آپ کے لشکر میں شامل تھے۔

بیت المقدس سے ملکہ سبا کی حکومت کا پایہ تخت ''مارب'' ڈیڑھ ہزار میل سے کم نہیں۔ مگر سلیمان کی خواہش پر ملکہ کا تخت اور ملکہ کو سیکنڈوں میں لا حاضر کیا گیا جس سے انسانی دماغوں میں ہلچل مچ جاتی ہے۔ یہ فاصلے زماں و مکاں اور مادہ حرکت کے قوانین جو سائنس دانوں نے قائم کئے ہیں۔ ان کی حدود صرف ہمارے تجربات و مشاہدات پر منطبق ہوتے ہیں خدا پر نہیں۔ اس کے واسطے نہ قوانین درست ہیں نہ وہ ان کی حدود میں محدود ہے۔ کیا خداوند تعالیٰ کے لئے ایک اشارہ سے ملکہ سبا کے تخت کو روشنی کی رفتار سے زیادہ تیز چلا دینا کوئی مشکل کام تھا؟ (سورۃ النحل۔۴۰۔۳۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کے واقعات یہود و نصاریٰ نے توڑ مروڑ کر پیش کئے۔ ان کے علماء نے آپ کو متکبر، عیش پرست قرار دیا۔ بلکہ یہاں تک لکھا کہ معاذ اللہ ملکہ سبا سے ناجائز تعلقات تھے۔ آپ کی بیماری، اقتدار کشی پر بہت سارے بے سرو پا قصے اسرائیلی روایات میں ملتے ہیں۔ ایسی روایات بھی ہیں جن میں آپ کے بارے میں ستر بیویوں کے پاس جانے کے اذکار ہیں۔ سب بے محل ہیں۔ (جیوش انسائیکلو پیڈیا۔ ج۱۱۔ص۴۴۱ اور بائیبل باب سلاطین ۱۱۔۱۱۔۱ پڑھیئے) ایسے جلیل القدر پیغمبر کی شان میں اسقدر گندے الزامات لگائے ہیں۔ مگر ادھر دیکھیں کہ قرآن نے بنی اسرائیل پر کتنا بڑا احسان کیا کہ ان کے اکابر نبی کا دامن خود ان کی پھینکی گندگی سے صاف کر دیا۔ (سورۃ ص

۳۵) آپ اس قدر بڑے ملک پر چالیس برس حکمران رہے اور ۹۷۵ ق م میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی قبر کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ مگر ممکنہ یہ ہے کہ آپ کا جسد خاکی بیت المقدس میں دفن ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کا ذکر بائیبل میں ''ایلیا'' (Elliah) کے نام سے موجود ہے۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ ''اعاب بن عمری'' ۹۱۹ ق م۔ ۸۹۶ ق م کے دور میں قوم بنی اسرائیل کو شرک، بت پرستی، فسق و فجور سے روکتے تھے۔ پھر آپ دمشق میں بعلبک آ گئے۔ اور یہی آپ کی تبلیغ کا مرکز رہا۔ آپ کی ولادت ۹۵۹ ق م میں اردن کے ایک گاؤں ''تتسی'' میں ہوئی تھی۔ اور وفات دمشق کے قریب ۸۷۶ ق م میں ہوئی۔

آپ کی تبلیغ میں بادشاہ وقت بہت حارج تھا۔ آپ نے بددعا کی۔ اس علاقے سے بارش غائب ہو گئی۔ حتیٰ کہ شبنم تک نہ گری۔ یہاں کی قوم ''بعل'' بت کی پوجا کرتی تھی۔ آپ کو بادشاہ نے بلوایا اور کہا کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ آپ نے فریضہ نبوت ادا کیا۔ قوم کو اللہ اور ان ''بت بعل'' میں فرق بتایا مگر وہ قوم بنی اسرائیل نہ مانی۔ حجت تمام کے لئے آپ نے فرمایا آؤ دعا کریں۔ پہلے تم ''بعل'' کو پکارو اور دعا کرو۔ پھر میں اللہ کو پکارتا ہوں اور بارش کی دعا کرتا ہوں۔ جو ہار جائے اسے قتل کر دیا جائے۔ بادشاہ کے پجاریوں نے ''بعل'' بت کے سامنے جانور قربان کئے بہت دعائیں کی مگر بے سود رہا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کی دعا کی اور بارش ہو گئی۔ بادشاہ نے پجاری قتل کروائے۔ اس پر ملکہ وقت الیاس علیہ السلام سے ناراض ہو گئی اور اس نے عہد کیا کہ اس شخص کو قتل کرا دوں گی۔ (سلاطین ا۔ ۱۹۔ ۱۰) اس پر الیاس علیہ السلام ملک چھوڑ کر غائب ہو گئے۔

قرآن پاک میں آپ کے نام دو جگہ آئے ہیں۔ ایک مقام پر فرمایا گیا ہے۔

''ترجمہ: بے شک الیاس علیہ السلام اللہ کا رسول ہے۔تم اللہ کو چھوڑ کر ''بعل'' کو پکارتے ہو ۔۔۔۔الیاس پر ہمارا سلام ہو۔ (سورۃ الصفات۱۲۳) دوسری جگہ صاف الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ ترجمہ: اسی کی اولاد سے زکریا، یحیٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (راہ یاب کیا) ان میں سے ہر ایک صالح تھا۔ (سورۃ الانعام۔۸۵) آپ کی وفات کے بارے میں کوئی سند نہیں ملتی۔ تورات اور انجیل میں ہے۔ اللہ نے الیاس علیہ السلام نبی کو اٹھا لیا۔ انجیل سلاطین۲۔۲) یہودی کہتے ہیں کہ آسمان سے ایک بگولا اٹھا، اس بگولے میں الیاس علیہ السلام اُڑ کر آسمان میں چلے گئے۔ (ڈاب۔ص ۱۶۸) حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بعثت کے زمانے میں یہودی تین آنے والے نبیوں کے منتظر تھے۔ ایک الیاس علیہ السلام۔ دوسرا مسیح علیہ السلام۔ تیسرے وہ نبی (یعنی آنخضرت ﷺ)۔

حضرت الیسع علیہ السلام

الیسع یا تو بائبل کے ''سیعاہ'' ہیں جن کو بنی اسرائیل کے بادشاہ ''منسہ'' نے آرے سے چِروا دیا تھا۔ یا ''الشیع'' بن شفطہ ہیں جو ایک غار میں دمشق کے قریب عبادت کرتے تھے۔جن کے پاس الیاس علیہ السلام بنی کی خلافت تھی۔آپ کی تصدیق قرآن میں ہوتی ہے۔ ترجمہ: ''ہم نے اسماعیل، الیسع ، یونس اور لوط کو دنیا والوں پر فضیلت دی'' (سورۃ الانعام ۸۷، سورۃ ص۔ ۴۸)

حضرت الیسع اردن کے باشندے تھے۔آپ کی پیدائش بنی اسرائیل کے قبیلے میں دسویں صدی قبل مسیح غالباً ۹۷۵ ق م میں ہوئی۔ اگر یہ درست ہے کہ آپ حضرت ''ذوالکفل'' آپ کے خلیفہ تھے تو پھر یہ تعین درست ہے۔ اسی زمانے میں بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ ''یہوداہ'' نے آپ پر تہمتیں لگائیں جو آخر کار آپ کی موت کا سبب بنیں۔ بنی اسرائیل کے حکمران ''اعاب'' کی موت ۸۹۶ ق م میں ہوئی تھی۔ اس کی وفات سے چار سال پہلے آپ کو نبوت ملی تھی۔ (سلاطین۲۔۱۵۔۵)

آپ اردن سے فلسطین چلے گئے اور آپ سے کئی معجزات جن کا ذکر بائبل میں ہے

ظہور میں آئے۔ آپ نے ایک مردہ بچے کو زندہ کیا۔ ایک شامی سردار نعمان کو ''برص'' کے مرض سے نجات دلائی۔ آپ ایک گاؤں ''ایبل محولہ'' میں فوت ہوئے جو جبل قاسیون کے قریب ہے اور اربعین میں آپ کا مدفن بتایا جاتا ہے۔ آپ کی وفات کے بارے میں مختلف آرا ہیں۔ بہرحال ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ نے ۸۴۸ سے ۸۳۸ ق م کے درمیان وفات پائی تھی۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ نبی ''حزقیل'' ہی ہیں جو بنی اسرائیل کی اسیری ۵۹۷ ق م میں موجود تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ ''یوشع'' نبی تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ آپ ۸۴۲ ق م میں اردن کے قریب دمشق کے پہاڑوں میں فریضہ نبوت انجام دے رہے تھے۔ ہمارے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں جو کسی روایات کی نفی کر سکیں۔ قرآن پاک میں آپ کا ذکر دو جگہ آیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ترجمہ: ''اسماعیل، ادریس، ذوالکفل کی بات کرو۔ یہ سب مصائب کو آرام وسکون سے برداشت کرنے والے تھے۔ ہم نے انہیں دائرہ رحمت میں شامل کر لیا۔ کیونکہ ان کے اعمال اچھے تھے۔'' (سورۃ الانبیاء۔ ۸۶۔۸۵)

ترجمہ: ''اور اسمٰعیل، الیسع، ذوالکفل کو یاد کرو۔ یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے۔'' (سورۃ ص۔ ۴۸)

یہودی روایات میں آپ حضرت الیسع کے خلیفہ تھے۔ اگر یہ درست ہے تب آپ ضرور ۸۷۸ سے ۸۳۸ ق م کے درمیان کہیں دمشق کے قریب ہوں گے تب ہی حضرت الیسع سے خلافت ملی۔ طبری نے لکھا ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے فرزند تھے۔ یہ قرین قیاس نہیں ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام

قرآن پاک میں یونس کا ذکر چھ مرتبہ آیا ہے۔ چار مرتبہ آپ کو یونس کہہ کر مخاطب

کی گیا۔ ایک مرتبہ ''ذالنون'' اور ایک مرتبہ ''صاحب الحوت'' (مچھلی والا) کہا گیا۔ملاحظہ فرمایئے: ''مچھلی والے کی بات کرو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ناراض ہو کر چل دیا تو اس کا خیال تھا کہ وہ ہماری گرفت سے نکل گیا۔ پھر اس نے مچھلی کے پیٹ میں ہمیں آواز دی تو ہی کائنات کا خدا ہے۔مقدس ہے اور میں ظالم ہوں۔ ہم نے اس کی پکارسنی اسے غم سے نجات دلائی اور ہم اہل ایمان کو اسطرح بچایا کرتے ہیں۔'' (سورۃ الانبیاء۔ ۸۸۔۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام موصل کے قریب ''نینوا'' کے لوگوں کی طرف فریضہ نبوت ادا کرنے بھیجے گئے تھے۔ یہ لوگ کافر و مشرک تھے۔ یونس علیہ السلام نے انہیں خدا کی عبادت کی دعوت دی۔ بنی اسرائیل نے انہیں جھٹلا دیا۔آپ نے ان کے لئے بددعا کی۔ وحی اللہ نے بتایا کہ چالیس دن کے بعد عذاب آئے گا۔ ۳۷ دن گزر گئے۔آپ شہر چھوڑ کر باہر نکل آئے اور عذاب کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر نینوا کے لوگوں نے اللہ سے معافیاں مانگیں جو اللہ نے قبول فرمائیں اور عذاب ٹال دیا۔ یونس اللہ سے بگڑ گئے اور سمندر میں ایک کشتی میں بیٹھ گئے۔ جہاں ایک مچھلی نے اللہ کے حکم سے انہیں نگل لیا۔ آپ تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے اور اللہ سے معافی مانگتے رہے۔ آخرکار مچھلی نے انہیں زندہ اُگل دیا۔ آپ خدا نہ کرے نافرمان بندے نہیں تھے جیسے یہودیوں سے روایت ہے۔ آپ کا صحیح تعین پیدائش اور وفات نہیں ہو سکا۔ مگر یہ معلوم ہے کہ آپ کا واقعہ اسرائیلی بادشاہ ''جہیر دمام'' (۸۵۳۔۷۹۰ ق م) کے دور اقتدار میں پیش آیا تھا۔

حضرت عزیر علیہ السلام

۵۹۵ ق م میں بخت نصر نے بیت المقدس یہودی روایت کے بموجب تباہ کر دیا اسی تباہی میں تورات بھی ضائع ہوگئی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی دعا کرنے پر اللہ نے انہیں تورات زبانی یاد کرا دی۔ لوگوں نے یہ معجزہ دیکھ کر انہیں خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی اس قول پر اللہ نے لعنت کی ہے (سورۃ التوبہ۔۳۱۔۳۰)

بائیبل میں آپ کو عزار لکھا گیا ہے۔ کہ بادشاہ کیخسرو نے بہت ظلم وستم کیئے تھے۔ معبد بنانے کی اجازت نہ دی۔ قرآن نے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جو ایک تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا کہ خدا اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا۔ خدا نے اسے سو سال سلا دیا سو برس بعد اٹھا تو کھانے کی کوئی چیز خراب نہیں ہوئی تھی۔ اس کے گدھے کا پنجر باقی تھا (سورۃ البقرہ۔ ۲۵۹)

مفسرین کا کہنا ہے یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام ہی تھے۔ یہودی علماء کا کہنا ہے کہ وہ نبی نحمیاہ تھے۔ حالانکہ وہ عزیر علیہ السلام کے بعد آئے ہیں مگر اگر عزیر علیہ السلام یہ شخص تھے تو ۵۸۲ ق م سے ایک سو سال قبل ۶۸۲۔ ۶۶۰ ق م میں یہ واقع پیش آیا ہوگا۔ پھر عزیر یا عزار نبی کیخسرو بادشاہ سے بہت پہلے آئے ہوں گے۔ بہرحال قرآن، انجیل، تورات کے واقعات میں مطابقت قطعی نہیں ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

بائیبل سے تو یہ ہی پتہ لگتا ہے کہ آپ کا تعلق بنی یہوداہ سے تھا۔ اور وہ داؤد کی نسل سے تھے۔ آپ کی بیوی ''یشبع'' اور حضرت مریم کی والدہ حنہ دونوں سگی بہنیں تھیں اس طرح یہ مریم کے سگے خالو تھے۔ حنہ کے گھر مریم پیدا ہوئی تو اس نے یروشلم کے معبد کی خدمت کے لئے اسے وقف کر دیا۔ اس طرح وہ زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں آ گئی۔ جب مریم بڑی ہوئی تو اس کے پاس غیب سے پھل آنے لگے۔ جسے دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ اے خدا مجھ پر بھی رحم کر اور اولاد عطا فرما۔ (سورۃ العمران ۳۸۔۳۷) اس فرشتے نے بشارت دی کہ آپ کے ہاں عنقریب بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یحیٰ رکھنا۔ یحیٰ کی ولادت کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ آپ کا پیشہ نجاری (بڑھئی) تھا۔ آپ دمشق کے قریب کے علاقوں میں فریضۂ نبوت انجام دیتے تھے۔ بادشاہ وقت ہیروڈ ۴۷ ق م میں جب تخت پر بیٹھا تو آپ سے ناراض ہو گیا۔ اور آپ وہاں سے بھاگ گئے۔ کئی روایات ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ آپ کو یروشلم کے قریب سنگسار

کرا دیا گیا اور دوسری میں یہ ہے کہ آپ چھپ کر ایک درخت میں گھس گئے۔ دیکھنے والوں نے بادشاہ کو بتا دیا۔ جس نے درخت کو آرے سے چروا دیا۔ اس طرح آپ کی وفات ہوگئی۔ آپ کا مدفن دمشق سے تین سو میل دور حلب میں موجود ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

آپ بڑے جلیل القدر نبی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ ے انہیں نبوت سے نوازا۔ (دیکھئے القرآن۔ مریم۔۱۲) اور آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے خود تجویز کیا۔ ''ہم تمہیں (زکریا) ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے یہ نام کسی کو نہیں دیا۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''یحییٰ کلمتہ اللہ (مسیح) کی تصدیق کرے گا وہ قوم (بنی اسرائیل) کا سردار ہوگا گناہ سے نفور اور نبی و صالح ہوگا۔'' (سورۃ العمران۔۳۹) جب آپ کی نبوت شروع ہوئی تو یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں نے ان سے پوچھا کیا تم مسیح ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا تم ایلیاہ (الیاس) ہو (کیونکہ ان کے عقیدے کے بموجب الیاس علیہ السلام آسمان پر اٹھ گئے تھے اور انہوں نے واپس آنا تھا) انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تم وہ نبی ہو (یہودی اس بات کو مانتے تھے کہ ابھی ایک صالح نبی اور آئیں گے۔ وہ آخری نبی ہوں مقصد ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا) انہوں نے کہا نہیں۔ آخر یہودی مان گئے کہ یہ یحییٰ نبی ہیں۔ آپ کے ذکر قرآن پاک میں پانچ مقامات پر بہت صراحت سے آئے ہیں۔ (سورۃ العمران ۔ الانعام۔ الانبیا اور مریم (میں دو مرتبہ)

بادشاہ وقت کے خلاف آپ کی حق گوئی آپ کی موت کا سبب بنی۔ ہیروڈ اینٹی پاس بادشاہ نے ایک رقاصہ سے جو اس کی منکوحہ عورت کی بیٹی تھی تعلقات استوار کر رکھے تھے۔ نبی وقت یحییٰ علیہ السلام نے نہ صرف اس کو بُرا کہا بلکہ اس فعل کے خلاف عملاً جہاد کیا۔ جس کی وجہ سے یہ رقاصہ بادشاہ سے ناراض ہو گئی۔ اور بادشاہ سے راضی ہونے کی یہ شرط رکھی کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر کاٹ کر اس کو پیش کیا جائے۔ بادشاہ نے

ایسا ہی کر دیا۔ اور آپ کا سر کاٹ کر یہودی رقاصہ کے قدموں میں رکھ دیا۔ بنی اسرائیل جیسی بدخصلت قوم آپ جیسے صالح نبی کا وجود برداشت نہ کر سکی۔ آپ کی قبر مبارک مسجد جامع اموی۔ دمشق میں موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ابنیاء بنی اسرائیل میں سب سے آخری نبی اور رسول تھے۔ آپ حضرت مریم بنت عمران کے بیٹے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے آپ کی ولادت تاریخ انسانی کا سب سے بڑا اعجاز ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس کی سند قرآن پاک اور بائبل میں موجود ہے۔ آپ تیس سال میں نبوت پر سرفراز ہوئے۔ قرآن پاک میں آپ کے متعلق ایسی آیات موجود ہیں۔

ترجمہ: ''فرشتے نے کہا مریم سے کہ اللہ تجھے ایک کلمہ (فرزند) کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ ہوگا'' (سورۃ العمران۔ ۴۵)

''عیسیٰ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی۔ نبی بنایا۔ (سورۃ مریم۔۳۰)

''مسیح نے بنی اسرائیل سے کہا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا اور تمہارا رب ہے اور یاد رکھو کہ مشرک پہ جنت حرام ہے۔'' (سورۃ المائدہ۔۷۲)

''ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات دیئے۔ اور روح القدس سے اس کی مدد کی۔ (سورۃ البقرہ۔۸۷)

جب آپ سن رشد کو پہنچے تو باقاعدہ دعوت تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ کی دعوت عمومی نہ تھی صرف بنی اسرائیل جس کی حالت دینی اعتبار سے نہایت پست اور ابتر ہو چکی تھی اس کو ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ مگر انہوں نے ان پر تہمتیں لگائیں۔ گرفتار ہوئے اور حاکموں نے صلیب پر چڑھا دیا۔ اسلامی عقیدے کے بموجب آپ اللہ کے حکم سے آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے۔

ترجمہ: ”ان لوگوں نے نہ تو مسیح کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ ان میں سے ہی ایک کو مسیح کی شکل دے دی گئی تھی۔ مزید دیکھئے۔ (سورۃ النساء۔ ۱۵۸۔۱۵۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بنی اسرائیل (یہودی) غلو میں مبتلا ہو گئے۔ آپ کو جھوٹا کہا۔ مگر ان کے ماننے والے جو اس وقت موجود تھے خود کو عیسائی کہنے لگے اور آپ کو بندگی و عبدیت کی حدود سے بالاتر گمان کرنے لگے۔ آپ کو خدا کا بیٹا ہونے کا اعتقاد کر بیٹھے۔ مگر مفکرین مسیح اور معتقدین مسیح سب اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کو صلیب پر لٹکا دیا گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ۴ ق م میں ہوئی تھی۔ ۲۶ سن عیسی میں (تیس سال کی عمر میں) نبوت ملی۔ ۷ اپریل ۳۰ء کو صلیب کا واقعہ پیش آیا اور ۹ اپریل ۳۰ء کو آپ بہ روایت انجیل دوبارہ زندہ ہو کر بلندیوں کی طرف پرواز کر گئے۔ (معجم۔ص ۳۰۳)

اللہ دیکھ رہا ہے

☆ ”...... اور خدا تمہارے عملوں سے بے خبر نہیں“

(سورۃ نمبر 2 البقرہ آیت نمبر 74)

☆ ”کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں خدا کو سب معلوم ہے۔“

(سورۃ نمبر 2 البقرہ آیت نمبر 77)

☆ ”...... اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان سے غافل نہیں۔“

(سورۃ نمبر 2 البقرہ آیت نمبر 85)

☆ ”...... کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔“

(سورۃ نمبر 2 البقرہ آیت نمبر 110)

آیئے دیکھیں ہم کہاں کھڑے ہیں؟
(اہل ثروت کی خصوصی توجہ کیلئے)

الحمد للہ! ہم سب مسلمان ہیں۔ نمازوں میں اور ویسے بھی اکثر اوقات یہ دعا ہمارے وردِ زبان رہتی ہے۔ ''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا''۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے کہ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے''۔ ہم یہاں جو کچھ بوئیں گے آخرت میں وہی کاٹیں گے۔ اور اللہ رب العزت نے بڑی واضح تنبیہہ فرما دی ہے۔ کہ انسان درحقیقت بڑے خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ وہ کون سے اعمال صالح ہیں جو ہماری مرادیں بر لا سکتے ہیں۔ قرآن حکیم ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لا کر نظام صلواۃ قائم کرنے اور اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے اپنے حاجتمند بھائی بندوں کی ضروریات کو پوری کرتے رہنے سے یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں ان کی آزمائش کرے۔ (سورۃ الانعام۔۱۶۵) اور ایسے صاحب ثروت لوگوں کو بالصراحت بتا دیا گیا ہے کہ انکے اموال میں سائل (ضرورتمند) اور محروم المعیشت لوگوں کا حق ہے۔ (سورۃ الذریات۔۱۹) دوسری جگہ بالوضاحت حکم دیا گیا کہ رشتہ داروں کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۲۶)۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بتا دیا گیا کہ تم نیکی کا مقام نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (خدا کی راہ میں)

خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔ (سورۃ العمران۔۹۲)

ان حقوق کی ادائیگی کے لئے ترجیحات بھی اللہ رب العزت نے خود ہی مقرر فرما دی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ احسان (نیک سلوک) کرو والدین کے ساتھ رشتہ داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور ہمنشین دوست کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور ان غلاموں (بحالات موجودہ ملازموں) کے ساتھ جو تمہارے قبضہ (ماتحتی) میں ہوں (سورۃ النساء۔۳۶)

(اور راہ خدا میں خرچ کے مستحق) وہ تنگ حال لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں ایسے گھِر گئے ہیں کہ زمین میں اپنی روزی کمانے کیلئے دوڑ دھوپ نہیں کرسکتے۔ ناواقف آدمی ان کی خودداری کی وجہ سے ان کو غنی سمجھتا ہے۔ مگر تم ان کے چہروں سے ان کو پہچان سکتے ہو۔ وہ پیچھے پڑ کر لوگوں سے نہیں مانگتے جو کچھ مال تم ان پر خرچ کرو گے اللہ کو اس کا علم ہوگا۔ (جولوگ اپنا سارا وقت تعلیم، تبلیغ اور اجتماعی بھلائی کے دوسرے کاموں کیلئے وقف کر چکے ہوں اور اپنے ذاتی کاروبار کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ پاتے ہوں وہ اس حکم ربانی کے مصداق ہوں گے۔) (سورۃ البقرہ۔۲۷۳)

(اور نیک لوگ) اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین اور یتیم اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم محض اللہ کی خوشنودی کیلئے تمہیں کھلاتے ہیں تم سے کسی بدلے یا شکریے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ (سورۃ الدہر:۹۔۸)

(اور دوزخ کی آگ سے محفوظ) وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں ایک طے شدہ حصہ ہے مدد مانگنے والے (سائل) اور محروم کیلئے۔ (سورۃ المعارج ۲۵۔۲۴)

(فقر کے اصل معنی حاجت کے ہیں اور فقیر (سائل) ہر وہ شخص ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کے باعث مدد کا محتاج ہو۔ اور مسکین (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق) وہ شخص ہے جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو۔ اس تعریف کی رو سے تمام وہ غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوئے ہوں اور اپاہج

اور بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ رہے ہوں اور بے روزگار یا بیمار جو عارضی طور پر کمانے کے مواقع سے محروم ہو گئے ہوں، مسکین ہیں)

متذکرہ الصدر قبیل کے حاجتمندوں کی کفالت اور دوسرے رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا خرچ کریں تو اللہ رب العزت کی طرف سے حکم نازل ہوا۔ ’’جو کچھ تمہاری ضروریات سے زائد ہو۔‘‘ (بقرہ۔۲۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید صراحت فرمائی۔ ’’اے آدم کے فرزند! اللہ کی دی ہوئی دولت جو اپنی ضرورت سے فاضل ہو اس کا راہ خدا میں خرچ کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اس کا روکنا تمہارے لئے برا ہے۔ اور ہاں! گزارے کے بقدر رکھنے پر کوئی ملامت نہیں۔ اور سب سے پہلے ان پر خرچ کرو جن کی تم پر ذمہ داری ہے۔ (صحیح مسلم روایت حضرت ابوامامہؓ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں اس قدر انفاق فرض کر دیا ہے جو ان کے فقرا کو کفایت کر سکے۔ پس اگر فقرا بھوکے ہیں یا ننگے ہیں۔ اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہوگا کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔‘‘

آیئے اب احکام خداوندی ہدایات نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تشریحات کی روشنی میں جائزہ لیں کہ ہمارے معاشرے میں اغنیاء کا طرز عمل مثبت ہے منفی؟

آئے دن اخبارات میں چیختی چنگھاڑتی سرخیاں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ فلاں جگہ ایک نوجوان نے بیروزگاری سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ فلاں جگہ ایک خاتون خانہ نے خاوند کے ساتھ روز روز کی چخ چخ سے بیزار ہو کر معصوم بچوں سمیت نہر میں چھلانگ لگا کر جان دیدی۔ خاوند باوجود کوشش کے اتنی مزدوری بھی نہ پا سکا کہ بال بچوں کے تن و جان کا رشتہ برقرار رکھ سکتا۔ کتنے غریب غربا علاج کی سہولتیں میسر نہ ہو سکنے کی وجہ سے بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے دیتے ہیں۔ اور یہ تو روزمرہ کا سرعام مشاہدہ ہے کہ فقرا و مساکین کے وہ کمسن بچے جنہیں مدرسوں میں تعلیم حاصل کرتے ہونا چاہیئے تھا اپنے اور غریب ماں باپ کے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے گیراجوں، ورکشاپوں،

دکانوں، ہوٹلوں اور لوگوں کے گھروں میں حقیر سے عوضانہ کیلئے رات دن جانیں مار رہے ہیں۔ اغنیاء چلتے پھرتے رات دن انہیں دیکھتے ہیں مگر ان کا دل نہیں پسیجتا۔ راہ زنی، چوری اور ڈاکہ بھی اب عام ہے۔ ان وارداتوں میں اکثر وہ تعلیم یافتہ نوجوان بھی ملوث ہیں جنہیں باوجود تگ و دو روزگار نہیں ملتا۔ رشوت تو اب شیرِ مادر تصور ہونے لگی ہے۔ اس میں ایک عنصر ناکافی تنخواہ کا بھی ہے۔

یہ سب کوائف اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ہمارے اغنیاء ایک طرف تو اپنے دینی فرائض کی ادائیگی سے اغماض برت رہے ہیں۔ اور دوسری طرف یا تو اپنی دولت عیش وعشرت اور دوسرے مسرفانہ فضول کاموں میں اڑا رہے ہیں۔ اور یا پھر مال جمع کر کے گن گن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا یہ مال ہمیشہ ان کے پاس رہے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ قرآن حکیم میں فضول خرچ لوگوں کو شیطانوں کا بھائی قرار دیا گیا ہے اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ مال و زر جمع کر کے رکھنے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ انہیں آگ میں دردناک سزا دی جائیگی۔ (سورۃ الھمزہ ۔۷، توبہ۔۳۵)

ایسے لوگوں کو اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیے۔ اگر وہ اپنی اس دعا میں پرخلوص ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں بھلائی اور عذاب نار سے نجات دیں تو پھر انہیں اس مہلت عمل سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو حرزِ جان بنانا چاہیئے۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کچھ مال و دنیا ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی کام آئیگی اور نہ سفارش چلے گی۔ اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔ (بقرہ۔۲۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں۔“ (ترمزی، ابن ماجہ، دارمی۔ روایت حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ)

وما علینا الاالبلاغ

ایک بزرگ نے کہا

☆ والدین کے چہروں پر محبت سے نگاہ کرنا بھی عبادت ہے۔

☆ عارف کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ اس میں صفاتِ حق پائی جائیں۔

☆ کوئی کیسا ہی برا ہو، نیکوں کی صحبت اس کی برائیوں کو ضائع کر دیتی ہے۔ اور خواہ کوئی کیسا ہی اچھا ہو، بُروں کی صحبت اسے برا بنا دیتی ہے۔

☆ چھوٹی ندیوں اور نہروں کا پانی شور مچاتا ہے لیکن جب وہ دریا میں مل جائیں تو ان کا شور ختم ہو جاتا ہے۔

☆ جو شخص جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اپنے گھر کو ویران کر دیتا ہے، اور اس کے گھر سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے۔

☆ جسم کی صحت کم کھانے، روح کی صحت کم سونے میں ہے جبکہ قربِ الٰہی بہت رونے سے حاصل ہوتا ہے۔

(خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ)